ہے-(۴۲)

يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ ﴿٤٣﴾

جس دن یہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے' گویا کہ وہ کسی جگہ کی طرف تیز تیز جا رہے ہیں-[۱] (۴۳)

خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿٤٤﴾

ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی'[۲] ان پر ذلت چھا رہی ہو گی'[۳] یہ ہے وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا-[۴] (۴۴)

سُورَةُ نُوحٍ

سورۂ نوح مکی ہے اور اس میں اٹھائیس آیتیں اور دو رکوع ہیں-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالٰی کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے-

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١﴾

یقیناً ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف[۵] بھیجا کہ اپنی قوم کو ڈرا دو (اور خبردار کر دو) اس سے پہلے کہ ان کے پاس دردناک عذاب آجائے-[۶] (۱)

---

(۱) أَجْدَاثٌ جمع ہے- جَدَثٌ کے معنی قبر ہیں- نُصُبٌ- تھانے' جہاں بتوں کے نام پر جانور ذبح کیے جاتے ہیں' اور بتوں کے معنی میں بھی استعمال ہے- یہاں اسی دوسرے معنی میں ہے- بتوں کے پجاری' جب سورج طلوع ہوتا تو نہایت تیزی سے اپنے بتوں کی طرف دوڑتے کہ کون پہلے اسے بوسہ دیتا ہے- بعض اسے یہاں عَلَمٌ کے معنی میں لیتے ہیں کہ جس طرح میدان جنگ میں فوجی اپنے عَلَمٌ (جھنڈے) کی طرف دوڑتے ہیں- اسی طرح قیامت والے دن قبروں سے نہایت برق رفتاری سے نکلیں گے- يُوفِضُونَ يُسْرِعُونَ کے معنی میں ہے-

(۲) جس طرح مجرموں کی آنکھیں جھکی ہوتی ہیں کیونکہ انہیں اپنے کرتوتوں کا علم ہوتا ہے-

(۳) یعنی سخت ذلت انہیں اپنی لپیٹ میں لے رہی ہو گی اور ان کے چہرے مارے خوف کے سیاہ ہوں گے- اسی سے غُلَامٌ مُرَاهِقٌ کی ترکیب ہے' جو قریب البلوغت ہو یعنی غَشِيَهُ الاحْتِلَامُ- (فتح القدیر)

(۴) یعنی رسولوں کی زبانی اور آسمانی کتابوں کے ذریعے سے-

(۵) حضرت نوح علیہ السلام جلیل القدر پیغمبروں میں سے ہیں' صحیح مسلم وغیرہ کی حدیث شفاعت میں ہے کہ یہ پہلے رسول ہیں- نیز کہا جاتا ہے کہ انہی کی قوم سے شرک کا آغاز ہوا' چنانچہ اللہ تعالٰی نے انہیں اپنی قوم کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا-

(۶) قیامت کے دن عذاب یا دنیا میں عذاب آنے سے قبل' جیسے اس قوم پر طوفان آیا-

قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۲

(نوح علیہ السلام نے) کہا اے میری قوم! میں تمہیں صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔[1] (۲)

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ۝۳

کہ تم اللہ کی عبادت کرو[2] اور اسی سے ڈرو[3] اور میرا کہنا مانو۔[4] (۳)

يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَاۗءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۴

تو وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایک وقت مقررہ تک چھوڑ دے گا۔[5] یقیناً اللہ کا وعدہ جب آجاتا ہے تو مؤخر نہیں ہوتا[6] کاش کہ تمہیں سمجھ ہوتی۔[7] (۴)

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ۝۵

(نوح علیہ السلام نے) کہا اے میرے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات دن تیری طرف بلایا ہے۔[8] (۵)

فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَاۗءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ۝۶

مگر میرے بلانے سے یہ لوگ اور زیادہ بھاگنے

---

(۱) اللہ کے عذاب سے، اگر تم ایمان نہ لائے۔ اسی لیے عذاب سے نجات کا نسخہ تمہیں بتلانے آیا ہوں۔ جو آگے بیان ہو رہا ہے۔

(۲) اور شرک چھوڑ دو، صرف اسی ایک کی عبادت کرو۔

(۳) اللہ کی نافرمانیوں سے اجتناب کرو، جن سے تم عذاب الٰہی کے مستحق قرار پا سکتے ہو۔

(۴) یعنی میں تمہیں جن باتوں کا حکم دوں، اس میں میری اطاعت کرو، اس لیے کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول اور اس کا نمائندہ بن کر آیا ہوں۔

(۵) اس کے معنی یہ کیے گئے ہیں کہ ایمان لانے کی صورت میں، تمہاری موت کی جو مدت مقرر ہے، اس کو مؤخر کر کے تمہیں مزید مہلت عمر عطا فرمائے گا اور وہ عذاب تم سے دور کر دے گا جو عدم ایمان کی صورت میں تمہارے لیے مقدر تھا۔ چنانچہ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اطاعت، نیکی اور صلۂ رحمی سے عمر میں حقیقتاً اضافہ ہوتا ہے۔ حدیث میں بھی ہے صِلَةُ الرَّحِمِ تَزِيْدُ فِي الْعُمُرِ "صلۂ رحمی، اضافہ عمر کا باعث ہے"۔ (ابن کثیر) بعض کہتے ہیں، تاخیر کا مطلب برکت ہے، ایمان سے عمر میں برکت ہوگی۔ ایمان نہیں لاؤ گے تو اس برکت سے محروم رہو گے۔

(۶) بلکہ لامحالہ واقع ہو کر رہتا ہے، اس لیے تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ ایمان و اطاعت کا راستہ فوراً اپنا لو، تاخیر میں خطرہ ہے کہ وعدۂ عذاب الٰہی کی لپیٹ میں نہ آجاؤ۔

(۷) یعنی اگر تمہیں علم ہوتا تو تم اسے اپنانے میں جلدی کرتے جس کا میں تمہیں حکم دے رہا ہوں یا اگر تم یہ بات جانتے ہوتے کہ اللہ کا عذاب جب آجاتا ہے تو ٹلتا نہیں ہے۔

(۸) یعنی تیرے حکم کی تعمیل میں، بغیر کسی کوتاہی کے رات دن میں نے تیرا پیغام اپنی قوم کو پہنچایا ہے۔

لگے۔[1] (۶)

وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝۷

میں نے جب کبھی انہیں تیری بخشش کے لیے بلایا[2] انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں[3] اور اپنے کپڑوں کو اوڑھ لیا[4] اور اڑ گئے[5] اور بڑا تکبر کیا۔[6] (۷)

ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝۸

پھر میں نے انہیں باآواز بلند بلایا۔(۸)

ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝۹

اور بیشک میں نے ان سے علانیہ بھی کہا اور چپکے چپکے بھی۔[7] (۹)

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝۱۰

اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ[8] (اور معافی مانگو) وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے۔[9] (۱۰)

یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا ۝۱۱

وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا۔[10] (۱۱)

وَّیُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ

اور تمہیں خوب پے درپے مال اور اولاد میں ترقی دے گا

---

(۱) یعنی میری پکار سے یہ ایمان سے اور زیادہ دور ہو گئے ہیں۔ جب کوئی قوم گمراہی کے آخری کنارے پر پہنچ جائے تو پھر اس کا یہی حال ہوتا ہے' اسے جتنا اللہ کی طرف بلاؤ' وہ اتنا ہی دور بھاگتی ہے۔

(۲) یعنی ایمان اور اطاعت کی طرف' جو سبب مغفرت ہیں۔

(۳) تاکہ میری آواز نہ سن سکیں۔

(۴) تاکہ میرا چہرہ نہ دیکھ سکیں یا اپنے سروں پر کپڑے ڈال لیے تاکہ میرا کلام نہ سن سکیں۔ یہ ان کی طرف سے شدت عداوت کا اور وعظ و نصیحت سے بے نیازی کا اظہار ہے۔ بعض کہتے ہیں' اپنے کو کپڑوں سے ڈھانک لینے کا مقصد یہ تھا کہ پیغمبران کو پہچان نہ سکے اور انہیں قبولیت دعوت کے لیے مجبور نہ کرے۔

(۵) یعنی کفر پر مصر رہے' اس سے باز نہیں آئے اور توبہ نہیں کی۔

(۶) قبول حق اور امتثال امر سے انہوں نے سخت تکبر کیا۔

(۷) یعنی مختلف انداز اور طریقوں سے انہیں دعوت دی۔ بعض کہتے ہیں کہ اجتماعات اور مجلسوں میں بھی انہیں دعوت دی اور گھروں میں فرداً فرداً بھی تیرا پیغام پہنچایا۔

(۸) یعنی ایمان اور اطاعت کا راستہ اپنا لو' اور اپنے رب سے گزشتہ گناہوں کی معافی مانگ لو۔

(۹) وہ توبہ کرنے والوں کے لیے بڑا رحیم و غفار ہے۔

(۱۰) بعض علما اسی آیت کی وجہ سے نماز استسقا میں سورۂ نوح علیہ السلام کے پڑھنے کو مستحب سمجھتے ہیں۔ مروی ہے کہ

وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾

اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لیے نہریں نکال دے گا۔[1] (۱۲)

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿۱۳﴾

تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی برتری کا عقیدہ نہیں رکھتے۔[2] (۱۳)

وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾

حالانکہ اس نے تمہیں طرح طرح سے[3] پیدا کیا ہے۔(۱۴)

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے اوپر تلے کس طرح سات آسمان پیدا کر دیئے ہیں۔[4] (۱۵)

وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾

اور ان میں چاند کو خوب جگمگاتا بنایا ہے[5] اور سورج کو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ایک مرتبہ نماز استسقا کے لیے منبر پر چڑھے تو صرف آیات استغفار (جن میں یہ آیت بھی تھی) پڑھ کر منبر سے اتر آئے۔ اور فرمایا کہ میں نے بارش کو' بارش کے ان راستوں سے طلب کیا ہے جو آسمانوں میں ہیں' جن سے بارش زمین پر اترتی ہے۔ (ابن کثیر) حضرت حسن بصری کے متعلق مروی ہے کہ ان سے آکر کسی نے قحط سالی کی شکایت کی تو انہوں نے اسے استغفار کی تلقین کی' کسی دوسرے شخص نے فقر و فاقہ کی شکایت کی' اسے بھی انہوں نے یہی نسخہ بتلایا۔ ایک اور شخص نے اپنے باغ کے خشک ہونے کا شکوہ کیا' اسے بھی فرمایا' استغفار کر۔ ایک شخص نے کہا' میرے گھر اولاد نہیں ہوتی' اسے بھی کہا اپنے رب سے استغفار کر۔ کسی نے جب ان سے کہا کہ آپ نے استغفار ہی کی تلقین کیوں کی؟ تو آپ نے یہی آیت تلاوت کر کے فرمایا' کہ میں نے اپنے پاس سے یہ بات نہیں کی' یہ وہ نسخہ ہے جو ان سب باتوں کے لیے اللہ نے بتلایا ہے۔ (ایسر التفاسیر)

(۱) یعنی ایمان و طاعت سے تمہیں اخروی نعمتیں ہی نہیں ملیں گی' بلکہ دنیاوی مال و دولت اور بیٹوں کی کثرت سے بھی نوازے جاؤ گے۔

(۲) وقار' توقیر سے ہے بمعنی عظمت اور رجا خوف کے معنی میں ہے' یعنی جس طرح اس کی عظمت کا حق ہے' تم اس سے ڈرتے کیوں نہیں ہو؟ اور اس کو ایک کیوں نہیں مانتے اور اس کی اطاعت کیوں نہیں کرتے؟

(۳) پہلے نطفہ' پھر علقہ' پھر مضغہ' پھر عظام اور لحم اور پھر خلق تام' جیسا کہ سورۂ انبیاء' ۵۔ المؤمنون' ۱۴' اور المؤمن' ۶۷ وغیرھا میں تفصیل گزری۔

(۴) جو اس کی قدرت اور کمال صناعت پر دلالت کرتے اور اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ عبادت کے لائق صرف وہی ایک اللہ ہے۔

(۵) جو روئے زمین کو منور کرنے والا اور اس کے ماتھے کا جھومر ہے۔

وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾

ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾

لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾

روشن چراغ بنایا ہے۔[۱] (۱۶)

اور تم کو زمین سے ایک (خاص اہتمام سے) اگایا ہے[۲] (اور پیدا کیا ہے) (۱۷)

پھر تمہیں اسی میں لوٹا لے جائے گا اور (ایک خاص طریقہ) سے پھر نکالے گا۔[۳] (۱۸)

اور تمہارے لیے زمین کو اللہ تعالیٰ نے فرش بنا دیا ہے۔[۴] (۱۹)

تاکہ تم اس کی کشادہ راہوں میں چلو پھرو۔[۵] (۲۰)

نوح (علیہ السلام) نے کہا اے میرے پروردگار! ان لوگوں نے میری تو نافرمانی کی[۶] اور ایسوں کی فرمانبرداری کی جن کے مال و اولاد نے ان کو (یقیناً) نقصان ہی میں بڑھایا ہے۔[۷] (۲۱)

---

(۱) تاکہ اس کی روشنی میں انسان معاش کے لیے، جو انسانوں کی انتہائی ناگزیر ضرورت ہے، کسب و محنت کر سکے۔

(۲) یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو، جنہیں مٹی سے بنایا گیا اور پھر اس میں اللہ نے روح پھونکی۔ یا اگر تمام انسانوں کو مخاطب سمجھا جائے، تو مطلب ہو گا کہ تم جس نطفے سے پیدا ہوتے ہو وہ اسی خوراک سے بنتا ہے جو زمین سے حاصل ہوتی ہے، اس اعتبار سے سب کی پیدائش کی اصل زمین ہی قرار پاتی ہے۔

(۳) یعنی مر کر، پھر اسی مٹی میں دفن ہونا ہے اور پھر قیامت والے دن اسی زمین سے تمہیں زندہ کر کے نکالا جائے گا۔

(۴) یعنی اسے فرش کی طرح بچھا دیا ہے، تم اس پر اسی طرح چلتے پھرتے ہو، جیسے اپنے گھر میں بچھے ہوئے فرش پر چلتے اور اٹھتے بیٹھتے ہو۔

(۵) سُبُلٌ، سَبِيْلٌ کی جمع اور فِجَاجٌ، فَجٌّ (کشادہ راستہ) کی جمع ہے۔ یعنی اس زمین پر اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے کشادہ راستے بنا دیے ہیں تاکہ انسان آسانی کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ، ایک شہر سے دوسرے شہر یا ایک ملک سے دوسرے ملک میں جا سکے۔ اس لیے یہ راستے بھی انسان کی کاروباری اور تمدنی ضرورت ہے، جس کا انتظام کر کے اللہ نے انسانوں پر ایک احسان عظیم کیا ہے۔

(۶) یعنی میری نافرمانی پر اڑے ہوئے ہیں اور میری دعوت پر لبیک نہیں کہہ رہے ہیں۔

(۷) یعنی ان کے اصاغر نے اپنے بڑوں اور اصحاب ثروت ہی کی پیروی کی جن کے مال و اولاد نے انہیں دنیا اور آخرت کے خسارے میں ہی بڑھایا ہے۔

وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾

اور ان لوگوں نے بڑا سخت فریب کیا۔[1] (۲۲)

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿۲۳﴾

اور کہا انہوں نے کہ ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو (چھوڑنا)[2] (۲۳)

وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾

اور انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا[3] (الٰہی) تو ان ظالموں کی گمراہی اور بڑھا۔(۲۴)

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾

یہ لوگ بہ سبب[4] اپنے گناہوں کے ڈبو دیئے گئے اور جہنم میں پہنچا دیئے گئے اور اللہ کے سوا اپنا کوئی مددگار انہوں نے نہ پایا۔(۲۵)

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾

اور (حضرت) نوح (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میرے

---

(۱) یہ مکر یا فریب کیا تھا؟ بعض کہتے ہیں' ان کا بعض لوگوں کو حضرت نوح علیہ السلام کے قتل کرنے پر ابھارنا تھا' بعض کہتے ہیں مال و اولاد کی وجہ سے جس فریب نفس کا وہ شکار ہوئے' حتیٰ کہ بعض نے کہا' اگر یہ حق پر نہ ہوتے تو ان کو یہ نعمتیں کیوں میسر آتیں؟ اور بعض کے نزدیک ان کے بڑوں کا یہ کہنا تھا کہ تم اپنے معبودوں کی عبادت مت چھوڑنا' بعض کے نزدیک ان کا کفر ہی' بڑا مکر تھا۔

(۲) یہ قوم نوح علیہ السلام کے وہ لوگ تھے جن کی وہ عبادت کرتے تھے اور ان کی اتنی شہرت ہوئی کہ عرب میں بھی ان کی پوجا ہوتی رہی۔ چنانچہ وَدٌّ دومۃ الجندل میں قبیلہ کلب کا' سُوَاعٌ ساحل بحر کے قبیلہ ھذیل کا' یَغُوْثَ سبا کے قریب جرف جگہ میں مراد اور بنی غطیف کا' یَعُوْقَ' ہمدان قبیلے کا اور نَسْرٌ' حمیر قوم کے قبیلہ ذوالکلاع کا معبود رہا۔(ابن کثیر و فتح القدیر) یہ پانچوں قوم نوح علیہ السلام کے نیک آدمیوں کے نام تھے' جب یہ مرگئے تو شیطان نے ان کے عقیدت مندوں کو کہا کہ ان کی تصویریں بنا کر تم اپنے گھروں اور دکانوں میں رکھ لو تاکہ ان کی یاد تازہ رہے اور ان کے تصور سے تم بھی ان کی طرح نیکیاں کرتے رہو۔ جب یہ تصویریں بنا کر رکھنے والے فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کی نسلوں کو یہ کہہ کر شرک میں ملوث کر دیا کہ تمہارے آبا تو ان کی عبادت کرتے تھے جن کی تصویریں تمہارے گھروں میں لٹک رہی ہیں' چنانچہ انہوں نے ان کی پوجا شروع کر دی۔(صحیح البخاری' تفسیر سورۃ نوح)

(۳) اضلوا کا فاعل (مرجع) قوم نوح کے رؤسا ہیں۔ یعنی انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا اس کا مرجع یہی مذکورہ پانچ بت ہیں' اس کا مطلب ہو گا کہ ان کے سبب بہت سے لوگ گمراہی میں مبتلا ہوئے۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی کہا تھا۔ ﴿ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ﴾ (ابراھیم' ۳۶)

(۴) مِمَّا میں مَا زائد ہے' مِنْ خَطِيئَاتِهِمْ أَيْ: مِنْ أَجْلِهَا وَبِسَبَبِهَا أُغْرِقُوْا بِالطُّوْفَانِ (فتح القدیر)

پالنے والے! تو روئے زمین پر کسی کافر کو رہنے سہنے والا نہ چھوڑ۔[1] (۲۶)

إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿٢٧﴾

اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو (یقیناً) یہ تیرے (اور) بندوں کو (بھی) گمراہ کر دیں گے اور یہ فاجروں اور ڈھیٹ کافروں ہی کو جنم دیں گے۔(۲۷)

رَّبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ﴿٢٨﴾

اے میرے پروردگار! تو مجھے اور میرے ماں باپ اور جو ایمان کی حالت میں میرے گھر میں آئے اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کو بخش دے[2] اور کافروں کو سوائے بربادی کے اور کسی بات میں نہ بڑھا۔[3] (۲۸)

سُورَةُ الْجِنِّ

سورۂ جن مکی ہے اور اس میں اٹھائیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ﴿١﴾

(اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیں کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت[4] نے (قرآن) سنا اور کہا کہ ہم

---

(۱) یہ بددعا اس وقت کی جب حضرت نوح علیہ السلام ان کے ایمان لانے سے بالکل مایوس ہو گئے اور اللہ نے بھی اطلاع کردی کہ اب ان میں سے کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ (ہود '۳۶) دَیَّارٌ، فَیْعَالٌ کے وزن پر دَیْوَارٌ ہے۔ واؤ کو یا سے بدل کر ادغام کر دیا گیا' مَنْ یَسْکُنُ الدِّیَارَ مطلب ہے کسی کو باقی نہ چھوڑ۔

(۲) کافروں کے لیے بددعا کی تو اپنے لیے اور مومنین کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔

(۳) یہ بددعا قیامت تک آنے والے ظالموں کے لیے ہے جس طرح مذکورہ دعا تمام مومن مردوں اور تمام مومن عورتوں کے لیے ہے۔

(۴) یہ واقعہ سورۂ احقاف '۲۹ کے حاشیے پر گزر چکا ہے کہ نبی ﷺ وادی نخلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ کچھ جنوں کا وہاں سے گزر ہوا تو انہوں نے آپ ﷺ کا قرآن سنا۔ جس سے وہ متاثر ہوئے۔ یہاں بتلایا جا رہا ہے کہ اس وقت جنوں کا قرآن سننا' آپ کے علم میں نہیں آیا' بلکہ وحی کے ذریعے سے آپ کو اس سے آگاہ فرمایا گیا۔